ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تفسیرِ قرآن میں خدمات، بحیثیت مدرس اور مفسر

Contribution of Dr. Israr Ahmed in the interpretation of Quran, As a Mudarris and Mufassir

محمد رمضان ارائیں
ریسرچ اسکالر شعبہ تاریخ اسلامی، جامعہ کراچی
ڈاکٹر محمد زبیر
چیئرمین وایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ تاریخ اسلامی، جامعہ کراچی

Abstract:

Dr. Israr Ahmed (late) was Pakistani Islamic Scholar and Philosopher. He Launch vigorous movement for the revival of Islam. He was founder of Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran Lahore, Tanzeem-e-Islami Pakistan and Tahreek-e-Khalifat Pakistan. He also started a social movement of marital simplicity. He wrote above than 70 books on different aspects of Islam and religion, and some of them were translated into English and other languages. Dr. Israr Ahmed presented Quranic Teaching in Scientific and enlightened (different) way. He was awarded Sitara-e-Imtiaz in 1981. He criticized modern democracy and prevalent electoral system and argued that the head of an Islamic state could reject the majority decisions. He wanted implementation of Islamic system in Social, Cultural, Juristic, Political and economic field.

تعارف: ڈاکٹر اسرار احمد برطانوی دور حکومت میں ہندوستان کے ضلع حصار (مشرقی پنجاب) میں 26 اپریل 1932ء کو پیدا ہوئے، آپ نے گورنمنٹ ہائی سکول حصار سے 1947ء میں میٹرک کا امتحان (پنجاب یونیورسٹی سے) امتیازی حیثیت میں پاس کیا، اور یونیورسٹی میں چوتھی پوزیشن حاصل کی (1)۔ تقسیم ہند کے بعد 7 نومبر 1947ء کو براستہ ہیڈ سلیمانکی پاکستان میں داخل ہوئے اور ساہیوال میں مقیم ہو گئے (2)۔ ڈاکٹر صاحب نے 1947ء تا 1949ء تک گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی پاس کی، اور کنگ ایڈ

ورڈ میڈیکل کالج سے 1954 میں ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا(3)۔ بعدازاں 1965ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کی اور جامعہ کراچی میں پہلی پوزیشن حاصل کی (4)۔آپ نے میڈیکل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد 1954 سے 1957 تک تین سال جماعت اسلامی منٹگمری (حال ساہیوال) کی ڈسپنسری میں ملازمت کی اور پھر 1957 سے 1962ء اپنی ذاتی پریکٹس کی(5)۔ڈاکٹر صاحب زمانہ طالب علمی سے ہی درس وتدریس سے منسلک ہوگئے، تعلیم سے فراغت کے بعد بھی اسے عظیم فرائضہ سمجھ کر ادا کرتے رہے اور یہی دروسِ قرآن آپ کی شہرت کا ذریعہ بنے۔ 1972ء تک آپ انفرادی طور پر درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آپ کے غور وفکر کے نتیجے میں 1972ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا قیام عمل میں آیا(6)، تاکہ اس کے ذریعے ایسی قرآن اکیڈمی قائم کی جائے جس سے منظم انداز میں فلسفہ القرآنِ حکیم کو وقت کی اعلیٰ ترین سطح پر پیش کیا جاسکے اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو قرآن کی طرف راغب کیا جاسکے۔ 1975 میں ڈاکٹر صاحب نے پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ اور اقامتِ دین کی جدوجہد کے لئے تنظیم اسلامی کی بنیاد رکھی (7)۔1976ء میں لاہور میں قرآن اکیڈمی قائم کی گئی(8)۔ڈاکٹر صاحب نے 1979ء میں امریکہ کا دعوتی وتبلیغی دورہ کیا۔ 1981ء میں آپ کو حکومتِ پاکستان کی طرف سے ''ستارہ امتیاز'' عطا ہوا۔ 1991ء میں نظام خلافت کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور لوگوں کو خلافت سے روشناس کرانے کے لئے "تحریکِ خلافت" پاکستان کا آغاز کیا گیا۔ 2004-2005 میں ڈاکٹر صاحب نے عظیم اسکالر ڈاکٹر ذاکر نائیک کی دعوت پر ہندوستان کا دورہ کیا اور وہاں کئی لیکچرز اور دروس دیئے۔ اس کے علاوہ آپ نے متحدہ عرب امارات اور جنوبی افریقہ کا دعوتی دورہ بھی کیا۔ الغرض ڈاکٹر صاحب کی پوری زندگی تعلیمات قرآن کو عام کرنے اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں گزری۔ آپ نے 14 اپریل 2010 میں انتقال فرمایا۔ آپ کے دروس قرآن پر مشتمل ''**مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب**'' اور دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل تفسیر ''**بیان القرآن**'' زیادہ مشہور ہوئیں۔ ہم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی بحثیت مدرس اور مفسر خدمات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی حیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کسی بھی دینی مدرسے یا دار العلوم سے فارغ التحصیل عالم دین نہیں ہیں، البتہ آپ علماء کی فکر اور ان کی صحبت سے استفادہ کرتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء کرام کی تحریروں، تقریروں اور تصانیف کے حوالے جابجا ڈاکٹر صاحب کی کتب، خطابات اور دروس میں ملتے ہیں، ڈاکٹر صاحب علماء حق کا نہ صرف احترام کرتے رہے بلکہ ان کی فکرِ دین کو اصل اثاثہ قرار دیتے ہیں۔ آپ نے اپنے متعلق یوں وضاحت پیش کی کہ ''میں اپنے متعلق عالم دین ہونے کا ہرگز مدعی نہیں بلکہ مجھے اپنی کم علمی کا پورا اعتراف ہے۔ گویا بقول اقبال مرحوم ''میں نہ عارف، نہ مجدد، نہ محدث، نہ فقیہ'' مجھے فقہی معاملات میں

رائے دینے کا ہر گز شوق نہیں بلکہ میں صاف اقرار کرتا ہوں کہ مجھ میں اس کی اہلیت موجود نہیں ہے، میری کل حیثیت قرآن کے طالب علم اور دین کے ادنٰی خادم کی ہے۔"(9)

اساتذہ کرام: ڈاکٹر اسرار احمد جن شخصیات سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں اور جنہیں اپنے اساتذہ میں شمار کرتے ہیں، اِن کو اپنے علم و فہم قرآن کے چار ذرائع قرار دیتے ہیں، ان کے متعلق اپنے جذبات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

"میرے علم و فہم کے اصلاً اساسی اور بنیادی چار سورسز (Sources) ہیں۔ نتیجتاً چار ابعاد (Dimensions) ہیں ان میں "دو ابوین" شامل ہیں۔ ابوالکلام اور ابوالاعلیٰ۔ ان دونوں ابوین کا جو فکر قرآنی ہے اس میں تحریک ہے، دعوت کا غلبہ ہے، انقلاب کا انداز ہے۔ "دو حی این" ہیں۔ مولانا فراہی اور مولانا امین احسن اصلاحی، ان دونوں حضرات سے جو تدبر قرآن کا سلسلہ اور فکر قرآن کا ایک نیا سوتہ شروع ہوا ہے اس میں نظم قرآن، ربط قرآن، ربط آیات بالآیات، ربط سور، اور خصوصی اسالیب قرآن کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ "دو دکتورین" ہیں، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اور ڈاکٹر رفیع الدین۔ فکرِ قرآن کا فلسفہ کے ساتھ تعلق نفیاً بھی ہے اور اثباتاً بھی، لہٰذا جدید فلسفہ کے کون سے حصے صحیح ہیں؟ جن کا قرآن مجید سے توافق پیدا ہو سکتا ہے۔ کون سے حصے بنیادی طور پر غلط ہیں؟ نیز جدید سائنس سے جو انکشافات اور جو نظریات سامنے آئے ہیں۔ ان کا بھی تحلیل و تجزیہ کہ کتنا حصہ ازروئے قرآن صحیح ہے اور کتنا گمراہی پر مشتمل ہے ان چیزوں کے ضمن میں یہ دونوں دکتور سورس (Source) ہیں۔ چوتھی میری سورس (Source) "دو شیخین" شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی ہیں۔ دونوں سے مجھے جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ ہے ایک اسلاف کے ساتھ تعلق اور اسلاف کی خوشبو اور دوسرے تصوف کی چاشنی یعنی ایمان کے وہ ثمرات جو انسان کے باطن میں ظہور پذیر ہوتے ہیں"(10)۔ ڈاکٹر صاحب مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اب خواہ کوئی اسے باندازِ تحقیر راقم کے مطالعہ کا حدود اربعہ کہہ لے خواہ بطرز استہزاء اسے "مبلغ علم" قرار دے لے، راقم کی قرآنی فکر کا اصل تانا بانا انہی ابعاد اربعہ سے تیار ہوا ہے"۔(11)

اس سے یہ نتیجہ اَخذ کرنا درست نہیں ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے فکر دین کے یہی چار ماخذ تھے، بلکہ ڈاکٹر صاحب ایک وسیع المطالعہ شخصیت کے مالک تھے۔ اپنی فکر دین کی وضاحت ڈاکٹر صاحب یوں کرتے ہیں۔ "قرآن کے علم و فہم کے ضمن میں میرے استفادے کا حلقہ بہت وسیع بھی ہے---اور بعض اعتبارات سے تضادات کا حامل بھی!——میرے علم و فہم قرآن کے "حوض" میں تفسیر قرآن کے (مندرجہ بالا) چار سلسلوں کی نہروں سے پانی آتا رہا جن پر پانچواں اضافہ میری تعلیم میں شامل علوم طبیعیہ کے مبادیات کا علم تھا۔ پھر اللہ نے مجھے جو منطقی ذہن عطا فرمایا تھا۔ اس کے ذریعے ان پانچ سلسلوں سے حاصل شدہ معلومات "تجمیع و توافق" (

Synthesis) قائم کیا جس کی بنا پر الحمد للہ میرے ''بیان القرآن'' کو ایک جامعیت حاصل ہو گئی اور غالباً یہی اس کی مقبولیت کا اصل راز ہے۔''(12)

قرآن کی عظمت اور اہمیت:

ڈاکٹر اسرار احمد کی حیات پر نظر ڈالیں تو قرآن کی اہمیت، اس کی عظمت، اس کے حقوق اور تقاضے، دعوت و تبلیغ دین اور اقامت دین آپ کے دروس، تقاریر، خطبات، تحریروں اور تصانیف کا موضوع نظر آتے ہیں۔ قرآن حکیم وحی الٰہی کی آخری کتاب (Final Edition) ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کے لئے نازل فرمائی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم کا فیصلہ کیا اور اسے زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا گیا تو اس کو ہدایت و راہنمائی کی ضرورت تھی، اسی مقصد کے لئے وحی الٰہی کا نزول شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''تو جب بھی میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے، جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لئے کوئی خوف اور رنج نہ ہوگا''(13)۔ ہدایت الٰہی کا یہ سلسلہ دنیا کے پہلے انسان اور نبی حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور تمام ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا حضرت محمد ﷺ تک پہنچ گیا۔ اس سلسلہ میں جیسے جیسے انسان اپنی شعور کی منازل طے کرتا گیا اسے اس کی ضرورت کے مطابق وحی الٰہی کا نزول ہوتا رہا، جہاں تک کہ آخر میں ''الھدیٰ'' (قرآن مجید) سے یہ ارتقائی مراحل مکمل ہو گئے۔ اس سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں تورات، زبور، انجیل اور صحائف کا ذکر ملتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت بھی بتدریج اتاری ہے تورات میں صرف احکام ہیں حکمت ہے ہی نہیں، جبکہ انجیل میں حکمت ہے احکام نہیں ہیں۔ دونوں چیزیں مل کر ایک بات کو مکمل کرتی ہیں۔ چنانچہ تورات میں احکام عشرہ (The Ten Commandments) دے دیئے گئے ہیں، لیکن ابھی ان کی حکمت نہیں بتائی گئی۔ اس لیے کہ ابھی انسان حکمت کا متحمل نہیں ---اس کے چودہ سو سال بعد حضرت عیسیٰؑ کو انجیل دی گئی، جس میں صرف حکمت ہے---''(14) حضرت عیسیٰؑ کے تقریباً چھ سو برس بعد الھدیٰ یعنی قرآن حکیم کا نزول ہوا، جو کامل ترین ہدایت ہے۔

قرآن حکیم وہ منبع ہدایت ہے جو انسانیت کو جہالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لا سکتی ہے۔ جب بھی انسان نے اس سے استفادہ کیا ہے، اس کو نہ صرف کامیابی و کامرانی نصیب ہوئی ہے، اللہ نے اس قوم کو دنیا میں بھی راہنما بنایا ہے، اور اُخروی کامیابی کا وعدہ بھی اسی گروہ کے لئے ہے۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے، جب تک مسلمانوں نے اس کتاب عظیم پر عمل کیا تو وہ دنیا کی امام و رہبر بن کر رہی، اور زمام کاران کے ہاتھ میں رہا اور جب انہوں نے اس ہدایت عظیمہ سے روگردانی کی تو وہ دنیا میں ذلیل و خوار کر دی گئی اور ان کے لئے اُخروی عذاب بھی تیار کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے'' اِنَّ اللہ یَرفَعُ بِھٰذَا الکِتَابِ اَقوَاماً

وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِينَ ۔بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت قوموں کو عروج دے گا اور اسے چھوڑنے کے باعث ذلیل ورسوا فرمائے گا۔" (15)

اس کتاب الٰہی کی تعلم و تعلیم کا اہتمام بھی اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمادیا۔ اس کو سیکھنے اور سکھانے کے عمل کو عظیم عبادت قرار دیا گیا ہے۔ پیغمبر آخر زماں حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن کو سیکھیں اور سکھائیں۔" **(بخاری)** گویا تعلّم و تعلیم سے بہتر کوئی کام نہیں۔ یہی وجہ ہے صحابہ کرام نے نزول قرآن کے وقت سے ہی حضور اکرم ﷺ سے اس کے معنی اور مطالب پوچھنے اور سمجھنے شروع کر دیئے تھے۔ لہٰذا عہد صحابہ سے لے کر دور حاضر تک ہزاروں تفسیریں اور تراجم لکھے جا چکے ہیں اور مزید لکھے جا رہے ہیں اور ہر داعیِ قرآن اس کارِ خیر میں حصہ ڈالنے پر فخر محسوس کرتا ہے۔ دوسری طرف مصلحین اور مجددین نے قرآن مجید کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کو مسلمانوں کی اصلاح و تزکیہ نفس کے لئے دعوتِ دین کا ذریعہ بنایا اور ساتھ ساتھ قرآن کے نظام عدل کے قیام کے لئے انقلابی فکر پر تصانیف بھی لکھیں اور دروس و خطبات سے بھی اہتمام فرماتے رہے تاکہ اللہ کے ہاں سرخرو ہو سکیں۔

برعظیم پاک وہند میں شاہ ولی اللہؒ نے قرآن حکیم کا پہلا ترجمہ لکھ کر اس خطہ کے مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا اور بعد والوں کے لئے راہنمائی فراہم کی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کے بعد بہت سے تراجم لکھے گئے، متعدد تفاسیر لکھیں گئیں۔ آج قرآن کے ہر موضوع پر سیکڑوں کتابیں موجود ہیں، جن سے انسانیت فائدہ اٹھا رہی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی اسلاف کی اسی فکرِ دین سے متاثر نظر آتے ہیں، آپ نے زندگی کا مقصد قرآن حکیم کو سیکھنا اور سکھانا بنایا اور اپنی پوری زندگی قرآن کے معانی مطالب کو عام کرنے اور اس کی دعوت و تبلیغ کو نہایت موثر انداز میں پیش کرنے میں گزار دی۔ آپ کی خواہش تھی کہ اُمت مسلمہ قرآن کے مقصد نزول کو سمجھے اور اس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کرے۔

ڈاکٹر اسرار احمد ہدایتِ قرآن کو عظیم ترین نعمت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارا نعمتوں کا تصور دولت، شہرت، اقتدار، جائیداد، اولاد، صحت وغیرہ تک محدود ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی شے بھی نعمت نہیں ہے، نعمت صرت ایک ہے اور وہ ہدایت ہے، ہدایت ہوگی تو دولت بھی نعمت ہے، اولاد بھی نعمت ہے، صحت بھی نعمت ہے، اقتدار بھی نعمت ہے۔ اگر ہدایت نہیں تو یہ سب چیزیں روزِ قیامت خسارہ کا سبب بن سکتی ہے۔ یاد رکھئے! دنیا میں اِس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر حقیقتاً نعمت صرف ایک ہے اور وہ ہدایت ہے، جو کہ مطلقاً نعمت ہے، سر تا پا نعمت ہے، جو ہر شے کو نعمت بنانے والی شے ہے۔" (16) یہ نعمت "قرآن حکیم" ہے۔

معاشرہ جس قدر تیزی سے تنزلی کا شکار ہو رہا ہے، اس صورتحال سے نکالنے کے لئے ڈاکٹر صاحب جہاد بالقرآن پر زور دیتے ہیں۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں اس قرآن کو افشاں کرنے اور اس کے ابلاغ میں لگا دیں، کھپا دیں۔ لگے رہیے اس کام میں، یہی اس کی طاقت کا اصل راز ہے، یہی آپ کی کامیابی کی ضمانت بھی ہے۔ گویا آج ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی فرقہ واریت اور دہشت گردی، منافقت، آپس کے اختلافات، رشوت، جھوٹ، منکر اور فواحش، بے راہ روی، جرائم، نفس پرستی، مادہ پرستی اور بدعنوانی جیسی برائیوں اور بیماریوں کو جہاد بالقرآن سے دور کر سکتے ہیں۔

اس وقت اُمّت مسلمہ دنیا میں ذلت و رسوائی کا شکار ہے، دنیا میں جہاں کہیں بھی خون بہہ رہا ہے، مسلمان کا بہہ رہا ہے، اگر ہمیں ان حالات سے نکلنا ہے تو قرآن سے اپنا تعلق اسی طرح استوار کرنا ہوگا جس طرح سلف نے قرآن کو اپنا امام بنایا تھا اور اس کے حقوق ادا کرنے ہوں گے (17)۔ ہمارے مسائل نہ دنیوی ترقی اور ساز و سامان سے حل ہوں گے اور نہ ہی ٹیکنالوجی اور جدید اسلحہ ہمارے مسائل حل کر سکتا ہے، یہ دوسری قوموں کے لئے مفید ہو سکتا ہے ـــــــ اس امت کے لئے یہ اس وقت مفید ہوگا جب یہ اپنے مرکز کے ساتھ بھی وابستہ ہو جائے۔ ہمارا مرکز قرآن ہے۔ ہمارے اتحاد کی کوئی بنیاد ہے تو قرآن ہے۔ ہمارے عروج و بلندی کے لئے اگر کوئی زینہ ہے تو قرآن ہے۔ ذلت و رسوائی سے نجات کا کوئی راستہ کھلے گا تو اسی کے ذریعے کھلے گا۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے دروس قرآن کا آغاز زمانہ طالب علمی میں کیا، 1949 میں آپ میڈیکل کالج لاہور میں بھی درس دیا کرتے تھے۔ آپ لکھتے ہیں: "اولین تربیت جمعیت طلباء کے ہفتہ وار ارگن 'عزم' کی ادارت ہی سے حاصل ہوئی تھی۔ اسی طرح کوئی شعلہ بیان خطیب یا جادو اثر مقرر تو نہ میں اس وقت تھا نہ آج ہوں تاہم تقریر و تحریر و بیان کی جو بھی تھوڑی بہت صلاحیت مجھ میں موجود ہے وہ تمام تر اسی دور کی مرہون منت ہے۔" (18) آپ نے قرآن کے بیشمار دروس دیئے، ان دروس میں سلسلہ وار دروس قرآن بھی شامل ہیں جنہیں آپ نے کئی بار مکمل کیا۔ (یہ دروس، آڈیو اور سی ڈی پر ریکارڈ کئے گئے تھے اور آج بھی مکتبہ انجمن خدام القرآن کے پاس موجود ہیں)۔ ڈاکٹر صاحب نے سب سے زیادہ دروس منتخب آیات اور مخصوص سورتوں کے دیئے۔ فرماتے ہیں "راقم کے پاس کوئی ریکارڈ تو ظاہر ہے محفوظ نہیں، لیکن وہ یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اُس نے اس پورے منتخب نصاب کے دروس کی سعادت کم از کم پچاس مرتبہ تو ضرور حاصل کی ہوگی۔" (19) جنہیں آپ نے خود ہی ترتیب دیا تھا اور یہ دروس "مطالعہ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب" کے نام سے مشہور ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی دعوت قرآن کی اساس اور بنیاد ''مطالعہ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب'' ہے۔ منتخب نصاب کی ابتداء مولانا امین احسن اصلاحی نے کی۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں ''آغاز ہی میں یہ بات عرض کر دینی مناسب ہے کہ یہ نصاب راقم کا 'طبع زاد' نہیں ہے بلکہ اس کا اصل ڈھانچہ مولانا امین احسن اصلاحی کا تیار کردہ ہے''(20)۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ کو اللہ تعالیٰ نے تدبر قرآن کے حوالے سے خاص صلاحیت دی تھی، آپ نے جماعت اسلامی اور جمعیت کے کارکنوں کی تربیت کے لئے قرآن حکیم کے کچھ جامع مقامات منتخب فرمائے تھے ،جن کی روشنی میں درس دیا جاتا تھا کہ اللہ کے اپنے ماننے والوں سے کیا مطالبات ہیں اور یہ مطالبات کیسے پورے کیے جا سکتے ہیں۔ بعد ازاں اس نصاب میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے کئی موقعوں پر اضافہ بھی کیا۔ آپ کا یہ نصاب ایک خاص نقطہ ء نظر سے ترتیب دیا ہوا ہے ،اس نصاب کے متعلق ڈاکٹر صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔ ''وہ نقطہ ء نظر یہ ہے کہ ایک مسلمان کے سامنے یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ دین کے تقاضے اُس سے کیا ہیں ؟ اور اُس کا رب اُس سے کیا چاہتا ہے ؟ گویا دین کے تقاضوں اور مطالبوں کا ایک خاکہ اجمالی لیکن جامع تصور پیش کرنا اس انتخاب کا اصل مقصود ہے۔ ویسے ضمناً اس سے خود بخود دین کا ایک جامع تصور بھی آپ سے آپ واضح ہو جاتا ہے اور محدود مذہبی تصور کی جڑیں خود بخود کٹتی چلی جاتی ہیں۔''(21)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مطالبات دین کو عام کرنے، دین اسلام کا ہمہ گیر تصور اجاگر کرنے اور فرائض دینی کا جامع تصور یاد دلانے کے لئے اسی منتخب نصاب کا مختلف شہروں، علاقوں اور مساجد میں درس شروع کیا تھا۔ آپ کے یہ دروس اندرون ملک اور بیرون ملک بہت مقبول ہوئے، جس سے فکرِ قرآن حکیم کو عام کرنے میں بہت مدد ملی اور آپ کا تعارف بھی بڑھا۔

اب ہم ڈاکٹر اسرار احمد کی خدماتِ قرآن ''مطالعہ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب'' اور تفسیر ''بیان القرآن'' کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

☆مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب

"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" میں مخصوص مضامین کی حامل آیات شامل ہیں،اس کے علاوہ چھوٹی نو سورتیں مکمل شامل کی گئی ہیں۔ اس نصاب کا پورا عربی متن تقریباً قرآن کے دو پاروں کے برابر بنتا ہے۔ اس کی جڑ اور بنیاد سورۃ العصر ہے اور پورا منتخب نصاب اسی سورۃ العصر کی تفسیر اور وضاحت پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

''اس نصاب کا پورا تانا بانا بھی اس سورۂ مبارکہ کے گرد گھومتا ہے اس لیے کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے نہایت اختصار لیکن انتہائی جامعیت کے ساتھ انسان کی نجات کے لوازم اور اس کی فلاح اور کامیابی کی شرائط کو بیان کر دیا ہے۔ یعنی ایمان، عملِ صالح، تواصی بالحق (مل جل کر حق کے کاموں کی تلقین کرنا)اورتواصی بالصبر (صبر کی نصیحت کرنا)۔ان چاروں لوازمِ نجات یا شرائط نجات کی تشریح و توضیح ہمیں قرآن حکیم کے دوسرے مقامات سے ملتی ہے۔ جن میں سے چیدہ چیدہ مقامات کو اس نصاب میں شامل کیا گیا ہے''(22)۔ ''مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب'' کے دروس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر حصے میں ذیلی عنوان کے تحت دروس شامل کیے گئے ہیں۔

''مطالعۂ قرآن حکیم کا منتخب نصاب'' کی خصوصیات

ڈاکٹر اسرار احمدؒ دروس قرآن کی تیاری کے لئے ایک طرف سابقہ تفاسیر سے استفادہ کرتے نظر آتے ہیں، ساتھ ساتھ اپنا غور وفکر اور تجزیاتی مطالعہ بھی شامل ہوتا ہے، زبان سادہ اور آسان استعمال کرتے ہیں، آپ کے یہ دروس خاص نقطہ نظر سے مرتب نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہم عصر مدرسین اور مفسرین میں ممتاز اور نمایاں ہیں اور خاص وعام میں مقبول ہیں۔ اب ہم آپ کے دروس ''مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب'' کی خصوصیات تحریر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(1) ڈاکٹر صاحب کسی بھی درس کے شروع میں تمہیدی گفتگو میں قرآن کے اس مقام کا شانِ نزول، زمانۂ نزول، آیات کی تعداد اور اس مقام کی اہمیت تفصیل سے بیان کر دیتے ہیں۔ مثلاً منتخب نصاب کے پہلے درس سورۂ عصر کی تمہید یوں باندھتے ہیں۔ ''اس سورہ مبارکہ کے بارے میں چار باتیں تمہیداً نوٹ کر لینی چاہیے --- پہلی یہ سورہ مبارکہ قرآن مجید کی مختصر ترین سورۃ ہے۔ یہ کل تین آیات پر مشتمل ہے، اور قرآن مجید کی کوئی سورۃ تین آیات سے کم پر مشتمل نہیں ہے، بلکہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ کل تین سورتیں ایسی ہیں جو تین آیات پر مشتمل ہیں۔ انہی میں ایک سورۃ العصر ہے، اور اتنی مختصر ہے کہ اس کی پہلی آیت صرف ایک لفظ 'والعصر' پر مشتمل ہے --- دوسری یہ کہ ترتیب نزولی کے اعتبار سے یہ قرآن مجید کی اولین سورتوں میں سے ہے --- تیسری بات یہ ہے کہ سورۃ العصر کی انفرادی شان یہ ہے کہ سورۃ قرآن حکیم کے سہل ممتنع کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ انتہائی دقیق اور اعلیٰ علمی مضامین انتہائی سادہ الفاظ میں بیان ہوئے ہیں --- چوتھی، آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ سورہ مبارکہ قرآن مجید کی جامع ترین سورۃ ہے''(23)

ڈاکٹر صاحب اس سورۃ کی مزید اہمیت یوں بیان کرتے ہیں" — نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی دو صحابہ جب بھی باہم ملاقات کرتے تھے تو وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے جب تک ایک دوسرے کو سورۃ العصر نہ سنا لیں،اس کے بعد وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے اور ایک دوسرے سے رخصت ہو جاتے"۔حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "اگر لوگ صرف اسی سورۃ پر غور فکر کریں تو یہ اُن کی ہدایت کے لئے کافی ہے۔"حضرت امام شافعیؒ ہی کا ایک اور قول ملتا ہے "اگر قرآن مجید میں سوائے اس (سورۃ العصر) کے کچھ اور نازل نہ ہوتا تو لوگوں کی ہدایت و راہنمائی کے لئے یہی کافی ہوتی۔"(24)

(2)　بعض سورتوں کی تمہید باندھتے ہوئے پہلے اس کے مضامین کا خاکہ پیش کر دیتے ہیں بعد آزاں اس کا مطالعہ شروع کرتے ہیں۔سورۃ الصّف کے شروع میں بیان کرتے ہیں۔سلسلہ مطالعہ قرآن حکیم کے چوتھے حصے میں سورۃ الحج کے آخری رکوع کے بعد اب ہمیں بالترتیب سورۃ الصّف اور سورۃ الجمعہ کا مطالعہ کرنا ہے۔یہ دونوں سورتیں ایک حسین و جمیل جوڑے کی صورت میں سلسلۂ مسبحات کے بالکل وسط میں وارد ہوئی ہیں—قرآن مجید کی اکثر سورتیں جوڑوں کی شکل میں ہیں۔کسی ایک مضمون پر جس کے دو رخ یا دو پہلو ہوں، بالعموم دو علیحدہ سورتوں میں بحث ہوتی ہے اور دونوں مل کر ایک مضمون کی تکمیل کرتی ہیں۔(25)

پھر ان کی نئی گروپ بندی پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔سورۂ صف اور سورۂ جمعہ چھٹے گروپ میں شامل ہے۔اس گروپ میں سورۃ قٓ سے لے کر سورۃ الواقعہ تک سات مکی صورتیں ہیں، ان کی امتیازی شان ہے، ان سب کا مرکزی مضمون "آخرت" ہے۔انہی میں سورۃ الرحمن بھی شامل ہے جسے "عروس القرآن" کہا گیا ہے۔سات مکی سورتوں کے بعد دس مدنی سورتیں ہیں۔سورۃ الحدید سے ان کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور سورۃ التحریم پر ختم ہوتا ہے—ساتھ ساتھ ان سورتوں کے مشترک اوصاف بھی بیان کیے گئے ہیں، مثلاً ان دس مدنی سورتوں کا کل خطاب اُمت مسلمہ سے ہے وغیرہ۔(26)

(3)　بعض دفعہ دو مختلف سورتوں کی چند آیات یا رکوع جو ایک ہی موضوع سے متعلق ہوتے ہیں، پہلے ان کا باہمی تقابل، ان کا تعلق، سورتوں کا شان نزول اور واقعات میں مماثلت پیش کرنے کے بعد آیات کی تشریح و تفصیل بیان کرتے ہیں۔

منتخب نصاب حصہ سوم کا درس اول سورۃ المومنون کی آیات 1 تا 11 اور انہی کی ہم مضمون سورۃ المعارج کی آیات 19 تا 35 کے تقابلی جائزہ پر مشتمل ہے۔اس درس کا موضوع ہے "تعمیر سیرت کی اساسات" یعنی وہ امتیازی صفات جن پر "قرآن کا انسان مطلوب" کی سیرت و کردار کی تعمیر ہوتی ہے، ان صفات میں نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرنا، لایعنی باتوں سے اعراض کرنا، تزکیہ نفس

کے لئے کوشش کرنا، جنسی جذبے پر قابو رکھنا، ایفائے عہد واادائے امانت کی پاسداری کرنا اور خاص طور پر نماز کی حفاظت کرنا جیسے اہم موضوعات کو شامل کیا گیا ہے۔ ’’ان دونوں مقامات کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر مشابہت ہے۔ سورۃ المعارج میں فریا گیا ہے۔ ’’یقیناً انسان تھڑدِلا (اور کم ہمت) پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو جزع وفزع کرتا ہے، فریاد کرتا ہے اور جب اس کو خیر ملتا ہے (مال ودولت ہاتھ آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں) تو (ان) کو روک روک کر رکھتا ہے‘‘۔ سینت سینت کر رکھتا ہے۔ دوسروں تک پہنچنے نہیں دیتا۔ دراصل انسان کی سیرت کی خامی کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے انسان کو رستگاری (خلاصی، بچاؤ، نجات) اور آزادی دلانا اس پروگروام کا مقصد ہے۔ آگے فرمایا سوائے ان کے جو نماز پڑھنے والے (نماز کے خوگر اور عادی ہو گئے) ہوں‘‘۔ یہاں اتنی اہمیت سامنے آئی کہ وہاں جو’’ قد افلح المومنون‘‘ کے الفاظ وارد ہوئے تھے ان کی بجائے جہاں لفظ’’ مصــلین ‘‘آیا۔ گویا مؤمن اور نمازی مترادف اور ہم معنی الفاظ ہیں۔ آگے فرمایا: جو اپنی نمازوں میں مداومت کرنے والے ہیں، ہمیشگی اختیار کرتے ہیں۔ (27)

(4) ڈاکٹر اسرار احمد کے درس میں ایک خاص وصف جو عموماً نظر آتا ہے، قرآن کے کسی مقام کی تفسیر وہ سب سے پہلے قرآن ہی کے کسی دوسرے مقام سے کرتے نظر آتے ہیں، اس کے بعد اس مقام سے متعلق آحادیث کا حوالہ دے کر وضاحت کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حکم قرآن میں نہ ملے تو حدیث وسنت کی طرف رجوع کرو، علماء تفسیر نے بھی اسی طریقہ کو پسند فرمایا ہے۔

قرآن حکیم کی تفسیر کرتے ہوئے جن اصولوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کوئی وضاحت قرآن و قولِ رسول ﷺ سے بھی نہ ملے تو قولِ صحابہ کفایت کرے گا، کسی دوسرے قول کو صحابی کے قول کے مقابلے میں اہمیت نہ دی جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب عموماً اپنے درس قرآن میں یہی منہج اختیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النور میں فرماتا ہے: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْـكٰوةٍ فِيْهَا مِصْـبَاحٌ اس کی روشنی کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق ہو، اس میں ایک چراغ ہو۔ یہاں جو ’مثـل نورہ‘ کے حوالے سے مختلف اقوال ملتے ہیں---’’مثل نورہ کے ضمن میں دو صحابہ کی رائے نہایت قابل فخر ہے۔ یہ دونوں صحابہ وہ ہیں جن کی قرآن فہمی کے ضمن میں نبی اکرم ﷺ نے خصوصی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ان میں ایک ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں ’مثـل نورہ‘ سے مراد ہے۔’’ مثل نور من آمن‘‘ یعنی جو ایمان لے آئے اسے اللہ کی طرف سے ایک نور عطا ہوتا ہے، اس نور کی مثال یہاں بیان ہو رہی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہاں ’مثـل نورہٖ‘ سے مراد ہے۔ ’’مثـل

نورہ فی قلب مؤمن" گویا کہ یہاں مراد ہے نور ایمان۔ اس لیے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایمان حقیقی کے نور کا محل ومقام قلب ہے۔"(28)

ڈاکٹر صاحب کے منتخب نصاب (حصہ سوم) کا درس چہارم سورہ بنی اسرائیل کی آیات 23 تا 40 پر مشتمل ہے، جس میں "اسلام کا معاشرتی اور سماجی نظام" کی تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔ اِن آیات کے متعلق حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں تورات کے احکام عشرہ(Ten Commandment) کا خلاصہ اور نچوڑ بیان کر دیا گیا ہے۔ (29)

(5) ڈاکٹر صاحب تفسیر قرآن میں اپنی رائے بھی بیان کرتے ہیں، جو وہ قرآنِ حکیم کے معنی ومطالب اور نظمِ قرآن پر غور وفکر کے بعد قائم کرتے ہیں۔ سورۂ نور کی آیت 36 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے اور ان میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے۔" ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔" پہلی بات یہ سامنے آئی کہ اس روئے ارضی پر خارجی اعتبار سے اس نور ایمانی کے سب سے بڑے مراکز مسجدیں ہیں، یہ اللہ کے گھر ہیں جن میں اہل ایمان ہر روز پانچ مرتبہ جمع ہوتے ہیں۔ نور ایمان کا یہ ارتکاز اُن گھروں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ انہیں بلند کیا جائے، یعنی ان کا ادب اور تعظیم کی جائے اور ان میں اس کا نام لیا جائے، یعنی اس کے نام کی مالا جپی (تکرار) کی جائے۔" (30)

(6) ڈاکٹر صاحب اپنے دروس میں عربی قواعد کا بھی خیال رکھتے ہیں اور اکثر قرآنی الفاظ کی گرامر کی روح سے وضاحت بھی کرتے ہیں کہ یہ جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہے، خبر ہے یا حصر کا اسلوب ہے، وغیرہ وغیرہ۔ مثال کے طور پر سورۃ الفاتحہ کی چوتھی آیت سے متعلق فرماتے ہیں، یہ اس سورۃ کی مرکزی آیت ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ـــــ پہلی بات یہ نوٹ کرلیں، اس آیت میں دو فعل استعمال ہوئے ہیں۔ ایک 'نعبد' اور دوسرا 'نستعین'۔ یہ دونوں فعل مضارع ہیں۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ اردو کی طرح عربی وفارسی میں فعل کی تین حالتیں ماضی، حال اور مستقبل نہیں ہوتی، بلکہ صرف دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک ماضی اور دوسری مضارع ـــــ لہذا 'نعبد' کا ترجمہ ہو گا کہ "ہم بندگی کرتے ہیں" اور یہ بھی ہو گا کہ "ہم بندگی کریں گے"۔ اسی طرح 'نستعین' کا ترجمہ یہ بھی درست ہو گا کہ "ہم مدد مانگتے ہیں" اور یہ بھی صحیح ہو گا کہ "ہم مدد مانگیں گے" مزید دوسری بات کی وضاحت فرماتے ہیں کہ اس میں حصر کا اسلوب ہے ۔ لہذا 'ایاک نعبد' میں حصر کا اسلوب پیدا ہوتا ہے اس کا ترجمہ اور حقیقی مفہوم ہو گا "ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کریں گے" اسی طرح 'ایاک نستعین' کا مفہوم ہو گا۔" ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور مانگیں گے۔"(31)

(7) ڈاکٹر صاحب کے درس کی ایک منفرد خصوصیت یہ بھی ہے کہ درس میں ایسے نکات پیش کرتے ہیں جن سے سامعین عام طور پر ناواقف ہوتے ہیں، مثلاً قرآن مجید کا اسلوب خطبہ کا ہے، خطبے میں خطاب کا رخ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ کبھی حاضرین سے خطاب ہو رہا ہوتا ہے اچانک خطاب کا رخ ان لوگوں کی طرف جو جاتا ہے جو وہاں موجود ہی نہیں۔ اور کبھی حاضر کی جانب رخ کر کے غائب سے گفتگو ہو رہی ہوتی ہے، نیز خطبہ کی ابتداء اور اختتام بہت واضح اور پر اثر ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب خود ایک داعی دین تھے اِس لئے اُن کے دروس قرآن میں بھی انقلابی و تحریکی انداز کی جھلک نظر آتی ہے۔ اسی لئے آپ کے دروس میں سنت رسول کی روشنی میں طریقۂ غلبہ دین، اِقامتِ دین کی جدوجہد، قرآن اور جہاد جیسے موضوعات پر زور زیادہ نظر آتا ہے۔ ساتھ ساتھ اپنے درس میں تربیتی انداز بھی اختیار کرتے ہیں، خاص طور پر عبادتِ رب، شہادت علی الناس کا فریضہ اور غلبہ اِقامتِ دین کی جدوجہد کے لئے فکری و عملی راہنمائی فرماتے ہیں۔

دیگر خصوصیات میں آپ دروس قرآن میں غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرتے ہیں، فقہی اور مسلک کے اختلافات سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں، دور حاضر کے مسائل اور ان کی نشاندہی کی کوشش کرتے ہیں۔ دینی جذبہ کی بیداری کی کوشش کرتے ہیں۔

گویا "مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" کے دورس کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نہ صرف علمی لحاظ سے فکر قرآن کو عام کرنے میں پوری زندگی مصروف رہے بلکہ انہوں نے بھرپور عملی اور تحریکی زندگی گزاری، اور اپنے بعد بھی تلامذہ اور سامعین کی ایک جماعت بطور صدقہ جاریہ چھوڑ گئے۔ جو آپ کے اس مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

☆بیان القرآن

خدمات دین میں ڈاکٹر صاحب کی ایک بڑی خدمت قرآن مجید کی تفسیر ہے جو "بیان القرآن" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ تفسیر "بیان القرآن" قرآن کی اس وضاحت اور تفصیل پر مشتمل ہے جو ڈاکٹر صاحب نے دورۂ ترجمہ قرآن کے نام سے رمضان المبارک میں شروع کیا تھا اور جس میں ہر چار رکعت تراویح سے پہلے اس میں قراءت کی جانے والی آیات کا سیاق وسباق، شان نزول، سلیس ترجمہ اور مختصر وضاحت وضروری تشریح سامعین کے سامنے بیان کر دی جاتی تھی۔

قبل ازیں اس دورۂ قرآن کے پروگراموں کی ریکارڈنگ آڈیو اور ویڈیو کیسٹس اور سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز کی شکل میں محفوظ ہوتی رہی۔ یہ آڈیو، وڈیڈیو سی ڈیز، اور ڈی وی ڈیز پوری دنیا میں فکر قرآن کو عام کرنے کا ذریعہ بنی، بعد آزاں افادیت عامہ کے پیشِ نظر حافظ

خالد محمود خضر مدیر شعبۂ مطبوعات، قرآن اکیڈمی لاہور نے ''انجمن خدام القرآن سرحد'' کے تعاون سے شائع کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔(32) تفسیر "بیان القرآن" سات جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کے ماخذ اور اساتذہ وہی ہے جن کا تذکرہ شروع میں آچکا ہے۔اب ہم مختصر طور پر تفسیر ''بیان القرآن'' کا منہج، انفرادیت اور خصوصیات بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یقیناً ترجمہ و تفسیر قرآن لکھنا کسی بھی مفسر و مدرس کے لئے بہت بڑی سعادت ہوتی ہے۔ڈاکٹر صاحب کی یہ تفسیر بلند پایہ علمی تحقیق اور آیات قرآنی پر غور و فکر کا حاصل ہے۔اردو زبان میں یہ ایک مختصر اور جامع تفسیر ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس تفسیر کے لئے جو منہج اختیار کیا ہے اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

(1) سورۃ کے ابتداء میں تمہیدی اور تفصیلی گفتگو سے آغاز: ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم جب بھی درس کے لئے کسی سورۃ کا آغاز کرتے تو تمہید باندھتے ہوئے تفصیلی گفتگو فرماتے، جس میں عام طور پر درج باتیں واضح کی جاتی تھیں۔

- سورۃ کے نام کی وجہ تسمیہ، آیات کی تعداد، سورۃ ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی یا ہجرت مدینہ کے بعد (مکی یا مدنی)
- سورۃ کا پس منظر کیا ہے، کن حالات میں نازل ہوئی۔یعنی شان نزول اور زمانہ نزول پر گفتگو فرماتے۔
- سورۃ جس گروپ سے تعلق رکھتی ہے اس گروپ میں شامل سورتوں کا تعارف، ان کا باہمی ربط، ان کے مضامین کا تقابل، سورۃ کے موضوع پر بھی سیر حاصل گفتگو فرماتے۔

سورۃ البقرہ کے شروع میں یوں تمہید باندھتے ہیں۔''قرآن مجید میں مکی اور مدنی سورتوں کے مجموعوں کے اعتبار سے بھی سات گروپ ہیں۔اس (پہلے گروپ) میں جو مکی سورۃ ہے وہ سورۃ الفاتحہ ہے—اس کے بعد مدنی سورتیں چار ہیں۔یہ طویل مدنی سورتیں ہے اور دو دو سورتوں کے جوڑوں پر مشتمل ہیں—سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران کا ایک جوڑا ہے۔جبکہ سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ کا دوسرا جوڑا ہے۔اس کی سب سے نمایاں علامت یہ ہے کہ سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران کا آغاز حروف مقطعات ''الٓمٓ'' سے ہوتا ہے جبکہ سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ دونوں میں بغیر کسی تمہید کے گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔سورۂ نساء کا آغاز یا ایھا الناس اور سورۂ مائدہ کا آغاز ہوتا ہے یاایھاالذین امنو—سے"(33)

اسی طرح سورۃ البقرہ کی تمہیدی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''سورۃ البقرہ کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اسے حضور ﷺ نے قرآن مجید کا ذروۂ سنام یعنی کلائمکس قرار دیا ہے۔ حجم کے اعتبار سے بھی قرآن کی سب سے بڑی سورۃ یہی ہے 286 آیات پر مشتمل ہے، ڈھائی پاروں پر پھیلی ہوئی ہے سورۃ البقرہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے میں نے اس کا ایک نام تجویز کیا ہے ''سورۃ الامتین'' یعنی اس کے نصف اول کا اصل روئے سخن امت سابق یہود کی طرف ہے اُمت محمدؐ سے خطاب ہے نصب ثانی کے اندر پہلا حصہ اٹھارہ رکوعوں پر مشتمل ہے اور آیات کی تعداد 152 ہے اور دوسرا حصہ بائیس رکوعوں پر مشتمل ہے، لیکن آیات کی تعداد 134 ہے۔ اس طرح یہ دونوں حصے تقریباً برابر برابر ہیں۔''(34)

(2) تفسیر بالقرآن وحدیث: ڈاکٹر اسرار احمد کی تفسیر کی ایک اہم اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ قرآن کی تفسیر کو قرآن کے کسی دوسرے مقام سے یا کسی دوسری سورۃ کی آیت سے کرتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ دوسرے مقام کی آیت کا مختصر تعارف اور پس منظر بھی بیان کر دیتے ہیں، پھر آیت یا سورۃ کے اس حصے کی وضاحت میں اقوال رسول ﷺ پیش کرتے ہیں، جب کہ دوسرے مفسرین عام طور پر آیت یا حدیث کی نشاندہی پر ہی کفایت کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں فرمان ہے: ''اور یاد کرو جب ہم نے کہا فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب کے سب سجدے میں گر گئے سوائے ابلیس کے۔''(35) اس آیت میں الا ابلیس (سوائے ابلیس) سے یہ مغالطہ ہو سکتا ہے کہ شاید ابلیس بھی فرشتہ تھا۔ اس لئے کہ سجدے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا۔ اس مغالطے کا آزالہ سورۃ الکھف (آیت: 50) میں کر دیا جو سورۃ البقرہ سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ وہاں الفاظ آئے ہیں: ''كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ــــ وہ جنوں میں سے تھا، پس اس نے سرکشی کی اپنے رب کے حکم سے''۔ فرشتوں میں ہوتا تو نافرمانی کر ہی نہ سکتا، فرشتوں کی شان تو یہ ہے کہ وہ اللہ کے کسی حکم کی سرتابی نہیں کر سکتے۔ (36)۔ ایک دوسرے مقام پر فرمان الٰہی ہے: '' وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ـــ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں مت پڑو۔''(37)۔ اللہ کی رسی کون سی ہے متعدد احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ''قرآن حکیم'' ہے ـــ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بیان فرماتے ہیں '' و ھو حبل اللہ المتین ''(ترمذی)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا (کتاب اللہ ، حبل ممدود من السماء الی الارض (ترمذی) اللہ کی کتاب (کو تھامے رکھنا) یہی وہ مضبوط رسی ہے، جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے ''خوش

ہو جاؤ، خوشیاں مناؤ—یہ قرآن ایک واسطہ ہے، جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔''(ابن ابی شیبہ)۔ (38)

(3) علمی، تحریکی، تجزیاتی و مشاہداتی انداز اور عام مثالوں یا حالات حاضرہ کے ذریعے وضاحت: بیان القرآن ایک علمی و عملی اور تحریکی تفسیر ہے اس میں جابجا ڈاکٹر صاحب دوسرے مفسرین کے مؤقف کے ساتھ ساتھ مشاہداتی اور تجزیاتی انداز میں اپنا مؤقف بیان کرتے نظر آتے ہیں، اور قرآن حکیم کو حالات حاضرہ سے جوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، جس سے فکر قرآن کے نئے نئے پہلو سامنے آتے ہیں، اور ہر پڑھنے والے کو اس کے انفرادی و اجتماعی مسائل اور ان کا حل بھی نظر آتا ہے۔ اب ''بیان القرآن'' سے مثالیں دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے: '' وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰىنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۔ فَلَمَّاۤ اٰتٰهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ بَخِلُوۡا بِهٖ وَ تَوَلَّوۡا وَّ هُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ۔ فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ اِلٰى يَوۡمِ يَلۡقَوۡنَهٗ بِمَاۤ اَخۡلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوۡهُ وَ بِمَا كَانُوۡا يَكۡذِبُوۡنَ——اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے نواز دے گا تو ہم خوب صدقہ و خیرات کریں گے اور نیک بن جائیں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں نواز دیا اپنے فضل سے (غنی کر دیا) تو انہوں نے اس دولت کے ساتھ بخل کیا اور پیٹھ موڑ لی اور اعراض کیا۔ تو اللہ نے سزا کے طور پر ڈال دیا ان کے دلوں میں نفاق بسبب اُس وعدہ خلافی کے جو انہوں نے اللہ سے کی اور بسبب اس جھوٹ کے جو وہ بولتے رہے۔''(39)

ڈاکٹر صاحب وضاحت یوں کرتے ہیں کہ اللہ سے وعدہ کر کے اس سے پھر جانے کی دنیا میں یہ نقد سزا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں میں نفاق پیدا فرما دیتے ہیں، اور بد قسمتی سے یہی روگ آج مسلمانان پاکستان کے دلوں میں پیدا ہو چکا ہے۔ گویا پاکستانی قوم بحیثیت مجموعی اس سزا کی مستحق ہو چکی ہے۔ مسلمان بر صغیر نے تحریک پاکستان کے دوران اللہ سے ایک وعدہ کیا تھا اور یہ وعدہ ایک نعرہ بن کر بچے بچے کی زبان پر آ گیا تھا۔ '' پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالہ الااللہ''! گویا دنیا کے نقشے پر یہ نیا ملک اسلام کے نام پر بنا، اسلام کے لئے بنا۔ مگر مسلمانان پاکستان نے اس سلسلے میں اب تک کیا کیا ہے؟ کہاں ہے اسلام اور کہاں ہے لاالہ الااللہ؟ یہ پاکستانی قوم کی اللہ کے ساتھ اجتماعی بے وفائی اور بد عہدی کی مثال ہے۔ اس بد عہدی کا نتیجہ یہ ہوا، اللہ نے تین قسم کے نفاق اس قوم پر مسلط کر دیئے۔ ایک باہمی نفاق، جس کے باعث یہ قوم اب قوم نہیں رہی، فرقوں میں بٹ گئی اور اس میں مختلف عصبیتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ صوبائیت، مذہبی فرقہ واریت وغیرہ نے باہمی اتحاد پارہ پارہ کر دیا ہے۔ دوسرا جب یہ نفاق ہمارے دلوں کا روگ بنا تو اس سے شخصی کردار اور پھر قومی کردار کا بیڑ غرق ہو گیا— تیسرا نفاق جو اس قوم کے حصے میں آیا وہ بہت ہی بڑا ہے وہ ہے آئین کا نفاق— کسی ملک کی اہم ترین دستاویز اس کا دستور

ہوتی ہے، جبکہ اس ملک کے آئین کو بھی منافقت کا پلندہ بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہمارے آئین میں ایک ہاتھ سے اسلام داخل کیا جاتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے نکال دیا جاتا ہے۔ الفاظ دیکھو تو اسلام ہی اسلام ہے، تعمیل دیکھو تو نظر نہیں آتا۔ الغرض دستور کی سطح پر اتنی بڑی منافقت شاید پوری دنیا میں کہیں نہ ہو، بہر حال یہ ہے، ایک ہلکی سی جھلک پاکستانی قوم کی اس سزا کی جو انہیں وعدہ خلافی کے جرم کے نتیجے میں دی گئی ہے۔"(40)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا"منافق کی تین نشانیاں ہیں، (اول) جب بولے جھوٹ بولے، (دوم) جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے، (سوم) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔"(بخاری و مسلم)

اب اس قول رسول ﷺ کی روشنی میں ہم اپنی قوم کو پرکھ سکتے ہیں، ہر شعبہ زندگی میں جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی بڑا جھوٹا، اتنا ہی وعدہ خلاف ہے، اور اتنا ہی بڑا خائن ہے (الا ماشاء اللہ)

(4) حروف مقطعات سے متعلق نقطۂ نظر: قرآن مجید میں 114 سورتوں میں سے 29 سورتیں ایسی ہے جن کے شروع میں حروف مقطعات آئے ہیں، ان حروف مقطعات کی تعداد کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ پانچ ہے۔ ان حروف کے بارے میں مفسرین نے اپنی اپنی آراء بیان کی ہیں، سب سے پہلے سورۃ البقرہ میں حروف مقطعات کا استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنا نقطۂ نظر ان حروف کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں۔"یہ حروف مقطعات ہیں جن کے بارے میں جان لیجئے کہ ان کے حقیقی، حتمی اور یقینی مفہوم کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے۔ یہ ایک راز ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مابین۔ حروف مقطعات کے بارے میں اگرچہ بہت سی آراء ظاہر کی گئی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی شے رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔"(41)

(5) اشعار کا استعمال: یہاں تک شاعری اور اشعار کا تعلق ہے، تو ڈاکٹر صاحب اپنے تقریریں، خطبات، درس قرآن میں موقع محل کی نسبت سے عربی، فارسی اور اردو کے شعروں کا استعمال کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی تفسیر"بیان القرآن" میں بھی مقام و محل اور ضرورت کے مطابق اشعار نظر آتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:"وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اگر تم پیروی کرو گے زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کی تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے لازماً گمراہ کر دیں گے۔"(سورۃ الانعام (116:

ڈاکٹر صاحب اس آیت کو دور حاضر پر یوں منطبق/قیاس کرتے ہیں۔ جدید جمہوری نظام کی نفی کے فلسفے کے لیے یہ بڑی اہم آیت ہے۔ جمہوریت میں اصابت رائے کے بجائے تعداد کو دیکھا جاتا ہے۔ بقول اقبال:

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولہ نہیں کرتے!

دنیا میں اکثریت تو ہمیشہ باطل پرستوں کی رہی ہے۔ دور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعداد دنیا کی پوری آبادی کے تناظر میں دیکھیں تو لاکھ کے مقابلے میں ایک کی نسبت بھی نہیں بنتی۔ اس لئے اکثریت کو کل اختیار دے کر کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ ہاں ایک صورت میں اکثریت کی رائے کو اہمیت دی جاسکتی ہے۔ وہ یہ کہ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو قطعی اصولوں اور land marks کے طور پر مان لیا جائے تو پھر ان کی واضح کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے مباحات کے بارے میں اکثریت کی بنا پر فیصلے ہو سکتے ہیں۔(42)

(6) فقہی مسائل میں معتدل مسلک: اس وقت جتنی تفاسیر موجود ہیں ان میں بڑی تعداد ان مفسرین کی ہے جنہوں نے زیادہ توجہ اور اہمیت فقہ اور اس سے متعلق مسائل کو دی۔ ڈاکٹر صاحب بیان القرآن میں فقہی مسائل کی آیات کو عموماً ترجمہ اور وضاحت تک محدود رکھتے ہیں، اگر ضرورت ہو تو تمام مسلک کی آراء بیان کر دیتے ہیں۔ لیکن معاملات واحکام میں فقہ حنفی کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔ عبادات کے معاملے میں جس مسلک کو درست سمجھتے ہیں اختیار کرتے ہیں۔ سورۃ الفاتحہ اور نماز سے متعلق وضاحت کرتے ہیں۔ سورۃ الفاتحہ کی اتنی اہمیت ہے، کہ اس کو نماز کا جزوِ لازم قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ سورۃ الفاتحہ ہی کو حدیث میں "الصلاۃ" کہا گیا ہے۔ یعنی اصل نماز سورۃ الفاتحہ ہے۔اس اعتبار سے ہمارے ہاں ایک فقہی اختلاف موجود ہے۔۔۔امام شافعیؒ کا موقف ہے کہ نماز چاہے جہری ہو، چاہے سری ہو، اگر آپ امام کے پیچھے پڑھ رہے ہیں تو امام اپنی سورۃ الفاتحہ پڑھے گا اور آپ اپنی پڑھیں گے اور لازماً پڑھیں گے۔۔امام ابو حنیفہ کا موقف اس کے برعکس ہے کہ امام جب سورۃ الفاتحہ پڑھے گا تو ہم پیچھے بالکل نہیں پڑھیں گے، بلکہ امام کی قراءت ہی مقتدیوں کی قراءت ہے۔۔اِن کے علاوہ ایک درمیانی مسلک بھی ہے اور وہ امام مالکؒ اور امام ابن تیمیہ کا ہے۔ اس ضمن میں ان کا مؤقف یہ ہے، کہ جہری رکعت میں مقتدی سورۃ الفاتحہ مت پڑھے بلکہ امام کی قراءت خاموشی سے سنے۔۔جو سری نماز ہے اس میں امام اپنے طور پر سورۃ الفاتحہ پڑھے اور آپ اپنے طور پر خاموشی سے پڑھیں۔ یہ درمیانی مؤقف ہے، اور میں نے بہر حال اسی کو اختیار کیا ہوا ہے۔(43)

(7)اسرائیلی روایات سے متعلق محتاط مؤقف: تفسیر بالروایہ کی کتب اسرائیلی روایات سے بھری پڑی ہیں، اور بعض مفسرین اپنی تفسیر قرآن میں بھی بات کی وضاحت کے لئے اسرائیلی روایات کا سہارا لے لیتے ہیں، لیکن ڈاکٹر صاحب کوشش کرتے ہیں، جو روایت قرآن وحدیث کے مطابق ہو، صرف اسی سے استفادہ کیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے: ''وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ١ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ـــــــ انہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ نے بھی چال چلی۔'' (آل عمران: 54)

یہاں واقعہ بیان ہو رہا ہے حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی کا۔ یہود خاص طور پر علماء یہود حضرت عیسیٰؑ کے معجزات دیکھ کر بھی آپ پر ایمان لانے کی بجائے آپ کے دشمن ہو گئے تھے اور مختلف چالیں چل رہے تھے، تاکہ کسی طرح حضرت عیسیٰؑ قانون کی گرفت میں آجائیں اور اُن کا کام تمام کر دیا جائے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو مرتد اور واجب القتل قرار دے دیا تھا، لیکن ملک پر سیاسی اقتدار چونکہ رومیوں کا تھا اس لئے رومی گورنر کی توثیق کے بغیر کسی کو سزائے موت نہیں دی جاسکتی تھی ملک کا بادشاہ اگرچہ یہودی تھا لیکن اس کی حیثیت کٹھ پتلی بادشاہ کی تھی۔ یہود کی مذہبی عدالتیں موجود تھیں، جہاں ان کے علماء، مفتی اور فری فیصلے کرتے تھے۔ اگر وہ سزائے موت کا فیصلہ دے دیتے تھے تو اس فیصلے کی تنفیذ رومی گورنر کے ذریعے ہوتی تھی۔ وہ حضرت مسیحؑ کو رومی قانون کی زد میں لانے کے لئے اپنی سی چالیں چل رہے تھے۔ وہ آنجناب سے اس طرح الٹے سیدھے سوالات کرتے کہ آپؑ کے جوابات سے ثابت ہو سکے کہ یہ شخص رومی حکومت کا باغی ہے۔

یہود کی ان چالوں کا توڑ کرنے کے لئے اللہ نے اپنی چال چلی۔ اب اللہ کی چال کیا تھی؟ اس کی تفصیل قرآن یا حدیث میں نہیں ہے، بلکہ برنباس (انجیل) میں ہے جو یورپ کی لائبریری سے برآمد ہوئی تھی۔ حضرت مسیحؑ کے حواریوں میں سے ایک حواری یہودا کو رشوت دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ آپؑ کی مخبری کر کے گرفتار کرائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی غدار حواری کی شکل حضرت مسیحؑ کی سی بدل دی اور وہ گرفتار ہو کر سُولی پر چڑھ گیا۔ یہ شہادت درحقیقت یہودی ہی کے گھر سے ہمیں ملی ہے، اور قرآن کا جو بیان ہے اس میں پوری طرح فٹ بیٹھتی ہے۔ (44)

(8)عقائد باطلہ کا ابطال اور قدیم وجدید فتنوں کی نشاندہی: ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ایک طرف ہر قسم کے عقائد باطلہ کے تصور کی نفی کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف قدیم اور جدید دور کے فتنوں اور فتنہ پروروں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، اور ایمانیات اور عقائد کی درستگی پر خاص زور دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: '' صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا

الضَّآلِّیْنَ (اے اللہ!) ان لوگوں کے راستے پر (ہمیں چلا) جن پر تو نے انعام نازل فرمایا، نہ ان پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے۔"(سورۃ الفاتحہ:7)

ڈاکٹر صاحب اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں: چنانچہ 'مغضوب علیہم' کی سب سے بڑی مثال یہود ہیں کہ اللہ کی کتاب ان کے پاس موجود تھی، شریعت موجود تھی لیکن شرارت نفس اور تکبر کی وجہ سے وہ غلط راستہ پر چل پڑے۔ جبکہ نصاریٰ 'ضالین' ہیں۔ انہوں نے حضرت مسیحؑ کے بارے میں صرف غلو کیا ہے یہ غلو ہوتا ہے، لیکن ہوتا نیک نیتی سے، محبت سے، چنانچہ نصاریٰ نے حب رسول میں غلو سے کام لیتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ ہمارے لئے سیدھا راستہ صرف صدیقین کا، انبیاء کا، شہداء کا اور صالحین کا راستہ ہے۔(45)

اسی طرح آپ دور حاضر کے فتنوں اور فتنہ پروروں کی نشاندہی کرتے ہیں، جن میں سے ایک نے فتنہ ختم نبوت برپا کیا اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا تو دوسرا فتنہ انکار حدیث تھا جس نے حدیث اور سنتِ رسول کو شریعت کی مستقل بنیاد ہونے کی حیثیت کو چیلنج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ یقیناوہ لوگ جو کفر کرتے ہیں اللہ اور رسولوں کا اور وہ چاہتے ہیں کہ تفریق کر دیں اللہ اور اس کے رسول کے مابین۔"(سورۃ النساء:150)

ڈاکٹر صاحب وضاحت کرتے ہیں ہیں کہ "دینِ الٰہی کا فلسفہ بھی یہی تھا کہ بس دین تو اللہ ہی کا ہے، رسول ﷺ کی نسبت ضروری نہیں، کیونکہ جب نسبت رسول کے ساتھ ہوتی ہے تو پھر دین رسول کے ساتھ منسوب ہو جاتا ہے--- اگر رسولوں کا یہ تفرقی عنصر درمیان سے نکال دیا جائے تو مذہب کے اختلاف کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اللہ تو سب کے مشترک ہیں چنانچہ جو دین اسی کے ساتھ منسوب ہوگا وہ دین الٰہی ہوگا۔"(46)۔ مزید فرماتے ہیں کہ دین میں جس چیز کی وجہ سے بنیادی خرابی پیدا ہوتی ہے وہ اللہ اور رسولوں کے درمیان تفریق ہے، یہ سب سے بڑی جہالت ہے۔ فتنہ انکارِ حدیث اور انکارِ سنت اسی جہالت و گمراہی کا شاخسانہ ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اہل قرآن سمجھتے ہیں اور ان کا نظریہ ہے کہ رسول کا کام قرآن پہنچا دینا تھا، سو اس نے پہنچا دیا۔ اب اصل معاملہ ہمارے اور اللہ کے درمیان ہے۔ اللہ کی کتاب عربی زبان میں ہے ہم اس کو خود سمجھیں گے اور اس پر عمل کریں گے—— گویا رسول کی تشریح کوئی دائمی چیز نہیں، دائمی چیز صرف قرآن ہے۔ اس طرح انہوں نے اللہ اور رسول ﷺ کو جدا جدا کر دیا۔(47) انکارِ حدیث کا فتنہ اپنی تاثیر کے اعتبار سے پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ زیادہ پھیل رہا ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ اتنا واضح ہے کہ ہر مسلمان اس کو باآسانی سمجھتا ہے لیکن فتنہ انکارِ حدیث کا ادراک و احساس نہیں ہے۔ انکارِ حدیث کا فتنہ اندر ہی اندر دیمک کی طرح اثر انداز ہو رہا ہے۔(48)

الغرض ''مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب'' اور تفسیر ''بیان القرآن'' کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی فکرِ قرآن نہ صرف پختہ بنیادوں پر قائم تھی بلکہ دورِ جدید اور سائنس کے تقاضوں کے عین مطابق تھی۔ جس کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ ''قرآن حکیم پر غور و فکر کرنے والے کا انداز (attitude) دو اعتبارات سے بالکل متضاد ہونا چاہیے۔ سائنسی حوالہ جات جو قرآن میں آئے ہیں ان کی تفسیر میں آگے سے آگے جاتے جایئے۔ انسان کو جو معلومات حاصل ہو چکی ہیں، جو حقائق پایہ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں، ان کے حوالے سے آگے سے آگے نظر رہے گی، اس میں پیچھے جانے کی ضرورت نہیں۔ تجرباتی علوم کے مطابق جو علم حاصل ہو، اس پر عمل کرو، لیکن دین کے معاملے کا جو عملی پہلو ہے، اس میں پیچھے سے پیچھے جائیں گے۔ یہاں یہ دلیل نہیں چلے گی کہ دورِ جدید کے تقاضے کچھ اور ہیں، یہاں تو بس یہ دیکھا جائے گا کہ آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے کیا کیا۔ اس حوالے سے قرآن حکیم کے طالب علم کا رخ پیچھے کی طرف ہونا چاہیے۔ اسلاف نے کیا سمجھا، متاخرین کو چھوڑ کر متقدمین کی طرف جایئے، متقدمین سے تبع تابعین، پھر تابعین سے ہوتے ہوئے صحابہ اور رسول اللہ ﷺ کے عمل تک پہنچیے۔''(49) یہ ہے وہ بنیادی فکر جس کو عام کرنے کی آج اشد ضرورت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں بھی قرآن حکیم کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا بنا دے۔ تاکہ دنیوی ذلت و رسوائی سے نجات مل سکے اور روزِ آخرت عذاب جہنم سے محفوظ رہ سکیں۔

حوالہ جات وحواشی

(1) اسرار احمد، ڈاکٹر، عزم تنظیم،، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع پنجم، 2007، ص:11۔

(2) اسرار احمد، ڈاکٹر، تنظیم اسلامی کی دعوت، تنظیم اسلامی، دسمبر 2014، ص:7۔

(3) اسرار احمد، ڈاکٹر، حسابِ کم و بیش اور گزارش احوال واقعی، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع سوم (2005) ص:8۔

(4) اسرار احمد، ڈاکٹر، عزم تنظیم، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع پنجم (2007)، ص:29-30-

(5) اسرار احمد، ڈاکٹر، حسابِ کم و بیش اور گزارش احوال واقعی، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع سوم (2005): ص:8۔

(6) اسرار احمد، ڈاکٹر،، تعارف تنظیم اسلامی، تنظیم اسلامی، 2014، ص:10۔

(7) اسرار احمد، ڈاکٹر،، تعارف تنظیم اسلامی، تنظیم اسلامی، 2014، ص:13-14۔

(8) اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع 15 (2009)، ص:25-26۔

(9) اسرار احمد، ڈاکٹر، عزم تنظیم، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع پنجم (2007)، ص:60۔

(10) اسرار احمد، ڈاکٹر، مطالعہ قرآن حکیم کا تفصیلی منتخب نصاب، تمہیدی گفتگو، سی ڈی۔

(11) اسرار احمد، ڈاکٹر، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، 1990، ص:131۔

(12) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد1 (تقدیم)، دوازدہم (2015)، ص:6۔

(13) قرآن حکیم، سورۃ البقرہ، آیت:38۔

(14) تفصیل کے لئے دیکھیں، بیان القرآن، ڈاکٹر اسرار احمد، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد1 (تعارف)، دوازدہم (2015)، ص:54۔55۔

(15) مختصر صحیح مسلم، اختصار: حافظ زکی الدین عبدالعظیم المنذری ؒ، کتاب: فضائل القرآن، باب: مِنْ یُرْفَعُ بِالْقُرآنِ، دار الاندلس لاہور، جلد2، ص:263-264۔

(16) اسرار احمد، ڈاکٹر، دنیا کی عظیم ترین نعمت قرآن حکیم، تنظیم اسلامی، گڑھی شاہو، لاہور، ص:11-12۔

(17) ڈاکٹر اسرار احمد اپنی کتاب ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' میں ایک مسلمان پر قرآن مجید کے پانچ حقوق بیان کرتے ہیں۔ (1) اس پر ایمان لانا (2) اس کی تلاوت کرنا (3) اس کو سمجھنا (4) اس پر عمل کرنا (5) اس کی تبلیغ کرنا۔

(18) اسرار احمد، ڈاکٹر، عزم تنظیم، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع پنجم (2007)، ص:20۔

(19) اسرار احمد، ڈاکٹر، دعوت رجوع الی القرآن کا منظر و پس منظر، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، 1990، ص:165۔

(20) اسرار احمد، ڈاکٹر، مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، مرتب: حافظ عاکف سعید، مرکزی، انجمن خدام لقرآن، لاہور، جلد1 (تقدیم)، طبع پنجم (2012)، ص:12۔

(21) ایضاً، ص:13۔

(22) ایضاً، ص:18۔

(23) ایضاً، جلد1 (تقدیم)، طبع پنجم (2012)، ص:19تا20۔

(24) ایضاً، مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، جلد1، ص:20تا21)۔

(25) اسرار احمد، ڈاکٹر، مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، مرتب: حافظ عاکف سعید، مرکزی، انجمن خدام لقرآن، لاہور، جلد2 طبع پنجم (2012)، ص:74۔

(26) تفصیل دیکھئے، مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، مرتب: حافظ عاکف سعید، جلد2، طبع پنجم، (2013)، ص:77تا80۔

(27) تفصیل کے لئے دیکھیں، مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، مرتب: حافظ عاکف سعید جلد1، ص:307۔308)۔

(28) اسرار احمد، ڈاکٹر، مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، مرتب: حافظ عاکف سعید، مرکزی، انجمن خدام لقرآن، لاہور، جلد1 طبع پنجم (2012) ص:185۔

(29) ایضاً، ص:410۔

(30) ایضاً، ص:188تا190۔

(31) تفصیل کے لئے دیکھیں، مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب، مرتب: حافظ عاکف سعید جلد 1، ص: 134-135۔

(32) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 1 (مقدمہ)، اشاعت دوازدہم (2015)۔

(33) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 1، اشاعت دوازدہم (2015)، ص: 119۔

(34) ایضاً، ص: 120۔121۔

(35) قرآن حکیم، سورۃ البقرہ: 34، ترجمہ (بیان القرآن)۔

(36) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 1، اشاعت دوازدہم (2015)، ص: 149۔

(37) قرآن حکیم، سورۃ آل عمران: 103، ترجمہ (بیان القرآن)۔

(38) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 2، اشاعت نہم (2015)، ص: 62۔63۔

(39) قرآن حکیم، سورۃ التوبہ، آیات: 75، 103تا77، ترجمہ (بیان القرآن)۔

(40) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 3، اشاعت ہشتم (2016)، ص: 303۔304۔

(41) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 1، اشاعت دوازدہم (2015)، ص: 123۔

(42) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 3، اشاعت ہشتم (2016)، ص: 72۔

(43) ایضاً، ص: 103-104۔

(44) تفصیل کے لئے دیکھیں، بیان القرآن، ڈاکٹر اسرار احمد، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 2، اشاعت نہم (2015)، ص: 38۔

(45) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 1، اشاعت دوازدہم (2015)، ص: 114۔

(46) اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 2، اشاعت نہم (2015)، ص: 224۔

(47) ایضاً، صفحہ: 223۔

(48) اسرار احمد، ڈاکٹر، الاربعین نبوی، مکتبہ انجمن خدام لقرآن، لاہور، جلد 1، 2016، ص: 19-18۔

(49) تفصیل کے لئے دیکھیں، بیان القرآن، ڈاکٹر اسرار احمد، انجمن خدام القرآن، پشاور، جلد 1، اشاعت دوازدہم (2015)، ص: 70۔